بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال وجواب:

چین اور بھارت کے درمیان سرحدی جھڑپ

(ترجمہ)

سوال:

رائیٹرز نے 10 جون 2020 کو خبر دی کہ "۔۔۔ہندوستانی عہدیداروں نے وضاحت کی کہ لداخ کے برف پوش بلند و بالا علاقے میں سرحد پر مامور سینکڑوں فوجی اپریل سے ایک دوسرے سے الجھ رہے ہیں جہاں کئی سالوں سے زبردست سرحدی تناؤ ہے، یہ چینی فوج کی جانب سے اس علاقے میں گشت کے بعد ہوا جس کو بھارت اپنا سرحدی علاقہ سمجھتا ہے جبکہ چین کا دعوٰی ہے کہ وہ علاقہ اُس کی حدود میں آتا ہے اور چین نے ہندوستان کی جانب سے اس علاقے میں سڑکوں کی تعمیر پر اعتراض کیا۔۔۔" چین اور بھارت کے اس سرحدی علاقے میں مئی کے پہلے ہفتے میں دونوں بارڈر سیکورٹی فورسز کے درمیان جھڑپیں دیکھنے میں آئیں۔ کیا اس کے مقامی محرکات ہیں یا اس کے پیچھے امریکہ ہے جو چین کو ہراساں کرنا چاہتا ہے یا اس پر دباؤ ڈالنا چاہتا ہے؟ مزید برآں اس تنازعے کا مقبوضہ کشمیر اور پاکستان کے مسلمانوں پر کیا اثر ہو گا؟

جواب:

5 مئی کو ہندوستان کے شمال میں لداخ کے بلند وبالا علاقے وادیِ دریائے گلوان میں ہونے والی سرحدی جھڑپ، اور پھر تین دن بعد ناتھولا پاس (ہمالیہ کے پہاڑوں میں ہندوستان کی ریاستِ سکم کو چین کے خود مختار تبت کے علاقے سے ملانے والی درہ) پر ہونے والی جھڑپوں نے دونوں ملکوں کے درمیان عسکری اور سفارتی بحران کو جنم دیا۔ چین اور بھارت کے تعلقات میں کشیدگی کی ایک طویل تاریخ ہے، جس کی شروعات 1890 میں انگریز کی طرف سے چین کے ساتھ کیے گئے سکم تبت کنونشن کے نتیجے میں کی گئی سرحدی حد بندی سے ہوتی ہے، جب اسلامی برِصغیر ہند پر انگریز کا براہِ راست قبضہ تھا، جہاں سے نکلتے وقت اُس نے اِس علاقے کو ہندوستان اور پاکستان کی شکل میں دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا، جبکہ کشمیر کو ان دونوں کے درمیان سلگتے ہوئے تنازعے کے طور پر چھوڑ دیا۔۔۔ اسی طرح چین اور بھارت کے درمیان بھی بہت سے متنازعہ سرحدی علاقے چھوڑ دیے۔

حال ہی میں جو کچھ ہوا اس کو بیان کرنے کے لیے مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ہو گا:

پہلا:

ہندوستان اور چین کے مابین حالیہ سرحدی تصادم اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں ہے۔ دونوں ممالک کی فوجیں سال 2013، 2014، 2017ء میں آمنے سامنے تھیں اور بالکل جنگ کے دھانے پر تھیں اور یہ تو صرف آخری دہائی کی بات ہے۔ اس سے پہلے 1962 میں دونوں ملکوں کے درمیان بھرپور جنگ ہو چکی ہے جس میں بھارت کو شکست ہوئی اور چین نے کشمیر کے شمال میں اکسائی چن کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ مشرقی بارڈر پر دونوں ملکوں کے مابین تنازعہ برطانوی استعمار اور اروناچل پردیش کو ہندوستان میں شامل کرنے کا نتیجہ ہے اور اس تنازعے کی ایک اور وجہ ہندوستان کے برطانوی کالونی ہونے کے لمبے عرصے میں چین کے ساتھ سرحدی حد بندی نہ کرنا بھی ہے۔ جہاں تک مغربی بارڈر پر تنازعے کا تعلق ہے تو یہ تنازعہ دونوں ملکوں کی جانب سے اسلامی سرزمینِ کشمیر پر لالچی نظریں جمانے کی وجہ سے ہے خاص کر 1947 کے بعد۔ لیکن ان سرحدی تنازعات کی وجہ سے، دونوں ممالک بڑے پیمانے پر متضاد اعداد و شمار شائع کرتے ہیں، حتیٰ کہ اپنی سرحد کی لمبائی کے بارے میں بھی، جہاں تقریباً چار ہزار کلومیٹر کے برابر اختلاف ہے۔ جہاں تک گزشتہ 5 مئی کی جھڑپوں کا معاملہ ہے تو یہ تبت کی سطح مرتفع پر 14 ہزار فٹ کی بلندی پر پینگونگ سو کی برفیلی جھیل کے کنارے ہوئیں، جس میں دونوں جانب سے درجنوں فوجی زخمی ہوئے، اور اُس کے بعد سے جھڑپوں کے ساتھ ساتھ فوجی کمک میں اضافہ کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ چین نے لداخ کے اس متنازعہ علاقے میں 5000 فوجی اور بکتر بند گاڑیاں پہنچا دی ہیں۔ (اخبار بزنس اسٹینڈرڈ کے مطابق، چینی پیپلز لبریشن آرمی کے 5000 سے زیادہ فوجیوں نے لداخ میں پانچ چیک پوسٹوں پر حملہ کیا- جن میں سے چار دریائے گالوان کے ساتھ ہیں جبکہ ایک پینگونگ کی جھیل کے قریب ہے۔ 24 مئی 2002 www.defense-arabic.com)

دوسرا:

دونوں ملکوں کے درمیان حالات اُس وقت سے کشیدہ ہونے لگے جب بھارت نے لداخ کے علاقے کو جموں وکشمیر سے الگ کردیا۔ چین سمجھ گیا کہ لداخ کو جموں وکشمیر سے الگ کرنا اسٹریٹیجک مقاصد کے لیے ہے اور اس کا مقصد چین پر دباؤ بڑھانا ہے جو کہ 2014 میں بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کے سربراہ نیرندرا مودی کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد تیز ہوا ہے۔ 5 اگست 2019 کو امت شاہ کی جانب سے اس اعلان پر کہ ہندوستان لداخ کو الگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے چینی وزارتِ خارجہ کے ترجمان نے کہا: "ہندوستان کی جانب سے اپنے قانون میں یکطرفہ تبدیلی چین کے لیے نقصان دہ اور اُس کی علاقائی بالادستی کے لیے چیلنج ہے اور یہ ہمیں قبول نہیں"۔ دونوں ملکوں کے درمیان بار بار اٹھنے والے سرحدی تنازعات کے پیچھے دو مرکزی نکتے رہے ہیں: ایک مشرقی سرحد پر جہاں چین ارونا چل پردیش کو اپنے ملک میں ضم کرنا چاہتا ہے جس کا رقبہ 83 ہزار مربع کلومیٹر ہے جس کو چین جنوبی تبت کہتا ہے مگر ہندوستان اس کو مسترد کرتا ہے۔ دوسرا مرکز ہندوستان کا مغربی بارڈر ہے جہاں وہ اُن علاقوں کو واپس لینا چاہتا ہے جن پر 1962 میں چین نے قبضہ کیا تھا، یعنی اسلامی سرزمینِ کشمیر کا علاقہ جسے اکسائی چن کہتے ہیں، جس کا رقبہ 37 ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ یہ کم آبادی والا نیم صحرائی علاقہ ہے۔ چین اس بات کا انکار کرتا ہے، بلکہ وہ کشمیر کے علاقے میں مزید بالادستی چاہتا ہے، چنانچہ آج چین نے مغربی بارڈر پر اکسائی چن سے ملحقہ کشمیر کے لداخ کے علاقے پر نظریں جمائی ہوئی ہیں۔ یہ علاقہ قدیم چین کے تجارتی راستے "شاہراہِ ریشم" کا حصہ تھا۔

تیسرا:

لداخ کا علاقہ، جہاں بھارت اور چین کے درمیان حالیہ جھڑپیں ہوئیں، اسلامی سرزمین ہے اور یہ کشمیر کا اٹوٹ انگ ہے جو صدیوں تک اسلام کے زیرِ سایہ تھا، یہ جموں وکشمیر کا حصہ ہے مگر اس کو 31 اکتوبر 2019 کو ایک قانون کے ذریعے کشمیر سے توڑا گیا! یہ ایک کم آبادی والا لیکن اسٹریٹیجکلی انتہائی اہم علاقہ ہے۔ یہ ہندوستان میں سب سے بلند علاقہ ہے جس میں بالائی انڈس ریور بھی شامل ہے۔ اس علاقے کے مشرق میں چینی ایل اے سی (LAC) اور مغرب میں پاکستانی ایل او سی (LOC) ہے جبکہ شمال کی طرف قراقرم پاس واقع ہے۔ قراقرم پاس سے پہلے آخری ہندوستانی آبادی دولت بیگ اولدی واقع ہے۔ یاد رہے کہ ترک زبان میں اس کا معنی "وہ جگہ ہے جہاں کوئی عظیم اور مالدار شخص فوت ہوگیا ہو"۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نام سلطان سعید خان سے منصوب ہے، جو یارکنڈ کی ریاست کے خان تھے، اور 938 ہجری بمطابق 1531 کی خزاں میں لداخ اور کشمیر کو فتح کرنے کی مہم پر آئے تھے، 939 ہجری کے اواخر میں یارکنڈ لوٹتے ہوئے سخت بیمار ہوئے اور اس جگہ وفات پاگئے۔ یوں یہ اسلامی سرزمین ہے جو کشمیر کا حصہ ہے جس پر ہندوستان قابض ہے۔ کشمیر جس کو کئی زخم لگے ہیں، اس پر ایک طرف سے ہندوستان جموں وکشمیر اور لداخ پر قابض ہے تو دوسری طرف چین اکسائی چن اور ٹرانس قراقرم ٹریکٹ (Trans-Karakoram Tract) پر قابض ہے حالانکہ کشمیر کے یہ سارے علاقے اسلامی علاقے ہیں، جن میں سے صرف آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان پاکستان کے ساتھ ہیں، جو کہ پورے کشمیر کا ایک تہائی سے بھی کم ہیں۔ آزاد کشمیر سے ملحقہ علاقے پر ہندوستان کا قبضہ ہے جبکہ گلگت وغیرہ کے ملحقہ علاقوں پر چین اور بھارت دونوں کا قبضہ ہے۔ اسلامی دنیا خاص کر پاکستان کی موجودہ کمزور ترین حالت میں ہندوستان نے جموں وکشمیر کے علاقے لداخ کو اپنا حصہ قرار دے دیا جبکہ چین اُس کو سنکیانگ یعنی مشرقی ترکستان کا حصہ اور اپنا علاقہ کہتا ہے۔ دونوں ممالک اس اسلامی سرزمین کو اپنا حق کہہ کر رسہ کشی میں لگے ہوئے ہیں جبکہ پاکستان مسلسل امریکہ کی اطاعت گزاری میں مصروف ہے اور باقی مسلمان خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں!!

چوتھا:

چین ہندوستان کے زیرِ قبضہ لداخ کو ایک خاص نظر سے دیکھتا ہے۔ بت پرستوں کی موجودگی کے علاوہ اِس علاقے میں دو قدیم تجارتی راستے بھی شامل ہیں جو وسطی ایشیا تک جاتے ہیں۔ چین کی نئی سٹریٹیجی، "سلک روڈ اکنامک بیلٹ" (Silk Road Economic Belt) کے لیے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اگرچہ چین کے لئے وسطی ایشیا تک پہنچنے کے لیے دیگر راستے موجود ہیں لیکن اِس کے باوجود لداخ سے گزرنے والا راستہ وسطی ایشیا کی مارکیٹ اور زیادہ آبادی والے علاقوں تک پہنچنے کا مختصر ترین راستہ ہے۔ اس کی اہمیت میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہو جاتا ہے کہ یہ قدیم تجارتی راستے چینی مصنوعات کو مشرقی چین کے صنعتی مراکز سے، پاکستان کے شمال سے ہوتے ہوئے گوادر کی بندرگاہ تک پہنچانے کے فاصلے کو کم کرتے ہیں اور اسی لئے چین نے اس اہم تجارتی شاہراہ (CPEC) پر حالیہ سالوں میں دسیوں ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے۔ لہٰذا یہ تنازعہ چین کی اس ذہنیت سے الگ نہیں۔ اگر چین دوسری طرف (مشرقی بارڈر) ارونا چل پردیش کے حوالے سے ہندوستان کے ساتھ سرحدی

تنازعے کو ہوا دیتا تو اس کو یہ "اقتصادی گزر گاہوں کے " فوائد نہ ملتے اسی لیے وہ "سلک روڈ اکنامک بیلٹ " (Silk Road Economic Belt) کی اسٹریٹیجی پر گامزن ہے کیونکہ یہ ان علاقوں سے دور ہے جہاں امریکی بحریہ کا کنٹرول ہے خاص کر آبنائے ملاکہ۔ جو چیز چینیوں کے ان شکوک وشبہات میں اضافہ کرتی ہے کہ ہندوستان چین کو ابھرنے سے روکنے کے امریکی منصوبے میں ملوث ہے وہ مندرجہ ذیل امور ہیں:

1۔ کروناوبا کے بحران کے بعد امریکہ کو مختلف بہانوں سے چین کو تنگ کرنے کا موقع ملا۔ واشنگٹن مسلسل کہتا جارہا ہے کہ چین کو کرونا کو پھیلانے کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے اور وہ کئی ممالک کو بھی اس مطالبے میں ساتھ دینے کے لیے اپنے ساتھ گھسیٹ رہا ہے، جن میں سے ایک ملک ہندوستان بھی ہے، کہ وائرس کے بارے میں تحقیقات کی جائیں خاص طور پر ووھان انسٹیٹیوٹ آف وائرولوجی کے حوالے سے تحقیقات کی جائیں۔ دوسری طرف چین میں وائرس پھیلنے کے بعد کچھ چینی مصنوعات کی سپلائی منقطع ہونے کی وجہ سے بہت سارے یورپی اور عالمی کارخانوں کی سپلائی متاثر ہوئی جس سے چین سے آنے والی ترسیل سے دستبرداری کے مطالبے سامنے آئے۔ اِس کے علاوہ امریکی صدر نے چین میں کام کرنے والی کمپنیوں کو واپس بلانے یا کم از کم اُن کو چین سے باہر نکالنے کی مہم چلا رکھی ہے۔ اِن وجوہات کی بنا پر چین آج یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی معیشت اس طرح دباؤ اور خطرے سے دوچار ہے جس کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

2۔ بھارت کے امریکی منصوبے میں استعمال ہونے کا اشارہ اس بات سے بھی ملتا ہے وہ چینی معیشت کو کمزور کرنے کی کوشش کررہا ہے (جنرل وینود بھاٹیا جو کہ بھارت کے ملٹری آپریشن کے سابق ڈائریکٹر (Ex-DGMO) ہیں نے اناتولیہ ایجنسی سے بات کرتے ہوئے کہا کہ "چین عالمی سطح پر اپنا اثرورسوخ کھو رہا ہے کیونکہ سمجھا یہ جارہا ہے کہ کوروناوبا کے پھیلاؤ کا ذمہ دار چین ہے"۔ انہوں نے مزید کہا: "صنعتی کمپنیاں چین سے جانے کے لیے پر تول رہی ہیں؛ یہی چیز چین کو کرونا سے توجہ ہٹانے کی کوشش پر مجبور کر رہی ہے"۔ انہوں نے کہا کہ کرونا کے بعد کی دنیا میں "ہندوستان کے لیے بڑے مواقع ہوں گے کیونکہ طاقت کا توازن اب مغرب سے مشرق کی طرف جھک رہا ہے۔۔۔۔" (اناتولیہ ایجنسی، ترکی، 9جون 2020)۔ ایسا لگ رہا ہے کہ بھارتی جن مواقع کی بات کر رہے ہیں ان سے مراد غیر ملکی کمپنیوں خاص کر امریکی کمپنیوں کی چین سے بھارت منتقلی ہے۔ چین یہ دیکھ رہا ہے کہ امریکہ چین کا سامنا کرنے کے لیے بھارت کی صلاحیتوں میں اضافہ کر رہا ہے۔ امریکہ ہی نے ایٹمی قوت بننے میں بھارت کی مدد کی۔ اسی طرح اقتصادی اور تجارتی تعلقات میں وہ بھارت کو امتیازی درجہ اور فوقیت دیتا ہے۔ امریکہ نے پاکستان کو انڈیا سے کشیدگی کم کرنے پر مجبور کیا تاکہ بھارت پاکستان کے حوالے سے بے فکر ہو کر دہائیوں سے پاکستانی سرحد پر موجود بڑے فوجی دستوں کو چینی سرحد پر منتقل کر سکے۔ بھارت کے حوالے سے امریکہ کی یہ پالیسی نئی نہیں بلکہ طویل عرصے سے ہے۔ آج امریکہ بھارت کو ساتھ لے کر بڑی عالمی کمپنیوں کو چین سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہے، بھارت کو چین کا متبادل بنا رہا ہے یعنی چینی معیشت پر حملے کے لیے بھارت کو شریک بنا رہا ہے۔

3۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ عسکری لحاظ سے چین نے اپنی فوج کو بڑی حد تک جدید اور مضبوط کر لیا ہے۔ فوجی بجٹ کے لحاظ سے وہ امریکہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ چین کا 2019 کا دفاعی بجٹ 261 ارب ڈالر تھا جو کہ روس، برطانیہ اور فرانس کے مجموعی دفاعی بجٹ سے بھی زیادہ ہے۔ اگرچہ بھارت بھی 2019 میں تاریخ میں پہلی بار فوجی بجٹ کے لحاظ سے چین کے بعد تیسرے نمبر پر تھا جس کا فوجی بجٹ 72 ارب ڈالر پہنچ گیا تاہم چینی فوج (PLA) کے مقابلے میں بھارتی فوج کی صلاحیت بہت کم ہے۔ دونوں افواج کی صلاحیتوں میں اس فرق کی وجہ سے ہندوستان چین کے ساتھ کسی جنگ میں الجھنے سے قبل ہزار بار سوچتا ہے جبکہ 1962 میں حالات بالکل مختلف تھے۔ یہ سب اس کے باوجود ہے کہ لداخ کے متنازعہ علاقے میں روایتی ہتھیاروں میں بھارت کو برتری حاصل ہے، خاص طور پر اس وجہ سے کہ اُس کی فوج کا بڑا حصہ پاکستانی سرحد کے ساتھ تعینات ہے یعنی متنازعہ علاقے کے قریب، جبکہ چینی فوج اب تک اس علاقے میں تعینات نہیں تھی۔ متنازعہ علاقے میں دونوں ملکوں کی افواج کی صلاحیتوں کے حوالے سے یہ اسٹڈی امریکی ہارورڈ یونیورسٹی نے کی ہے (31 مئی 2020 عربی پوسٹ)۔ تاہم یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان جھڑپوں کے بعد چین اس علاقے میں اپنی فوجی قوت بڑھا رہا ہے اور مغربی سرحد پر ہندوستان کے مقابلے میں اپنی فوجی قوت میں اضافہ کر رہا ہے۔

4۔ مشرقی بارڈر پر 2017 میں ہونے والے بھارت چین تنازعے پر ہندوستانی وزیر اعظم نریندر امودی اور چینی صدر شی جین پینگ کے درمیان 2018 میں ملاقات کے ذریعے قابو پایا گیا (دونوں راہنماؤں نے اپریل 2018 میں ووھان میں ملاقات کی جس میں شی نے بھارت کا دورہ کرنے کی مودی کی دعوت قبول کی۔ یورونیوز عربی 9 دسمبر 2019)، تاہم چین بھارت موجودہ تنازعے کے پیچھے امریکی کوشش بھی کارفرما ہے، جس سے یہ تنازعہ مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے اور حالات معمول پر آنا اور مشکل ہو جاتا ہے۔ چین ٹرمپ انتظامیہ کی جانب سے پیدا کردہ ان مسائل کو

سمجھتا ہے اسی لیے (چینی صدر شی جین پینگ نے منگل کو کہا کہ "چین اپنی جنگی صلاحیت کی تیاری میں تیزی لے کر آئے گا، اور عسکری مہم کے لیے اپنی طاقت میں اضافہ کرے گا، کیونکہ کروناوبا کے سائے میں ہماری قومی سلامتی کو خطرات لاحق ہیں" سپوٹنک، رشیا، 26 مئی 2020)۔

چین کے اس بیان سے صرف ہندوستانی خطرے کی طرف ہی اشارہ نہیں ملتا بلکہ امریکہ کی جانب سے چین پر کروناوائرس کو پھیلانے کی ذمہ داری ڈالنے کے بعد چین امریکی خطرہ بھی محسوس کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چین فکرمند ہے اور اپنی عسکری قوت کے اظہار کا منصوبہ بنارہاہے تاکہ امریکہ اور خطے میں اس کے اتحادیوں بشمول ہندوستان کی جانب سے کسی عسکری مہم کو روکا جاسکے۔ گویا کہ یہ چین کی طرف سے اپنے قریبی دشمنوں کو پیغام ہے کہ وہ امریکہ سے تعاون نہ کریں ورنہ چینی فوج ان کو بہت بڑے نقصان سے دوچار کر سکتی ہے۔ اپریل 2020 کے اوائل میں چین کی ریاستی سلامتی کی وزارت کی جاری کردہ ایک انٹیلیجنس رپورٹ، جس میں بیجنگ سے ایک بڑے عسکری خطرے کا سامنا کرنے کے لیے تیاری کا مطالبہ کیا گیا، شاید امریکہ کی جانب سے چین کے خلاف منصوبہ بندی کا انکشاف کرتی ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی جانب سے فوجی اخراجات میں بہت زیادہ اضافہ حتیٰ کہ تاریخ میں پہلی بار 2019 کے فوجی بجٹ کا 72 ارب ڈالر تک پہنچنا، اور بھارت کی جانب سے اسلحے کی خریداری کے بڑے بڑے معاہدے، یہ سب چین کے لیے براہ راست خطرہ ہے۔ چین پورے یقین کے ساتھ یہ بات جانتا ہے کہ بھارت اس کے خلاف امریکی جنگ کا آلہ کار ہے۔ بھارت کی جانب سے متنازعہ علاقے میں انفراسٹرکچر کی تعمیر اور اسلحے کے انبار لگانے میں تیزی، چین کو بھارت کے ساتھ تعلقات کے مستقبل کے حوالے سے شش و پنج میں ڈال رہی ہے۔

پانچواں:

جہاں تک حالیہ چین بھارت کشیدگی پر امریکی موقف کا تعلق ہے وہ واضح طور پر ہندوستان کی حمایت میں تھا۔ چنانچہ سفیر ایلیس ویلز، جو کہ امریکی دفتر خارجہ میں پرنسپل ڈپٹی سیکریٹری آف سٹیٹ فار ساؤتھ ایشین افیرز کے عہدے پر فائز ہیں، نے لداخ میں چینی اقدامات پر تنقید کی اور ان کو جنوبی چین کے سمندر (South China Sea) میں چینی اشتعال انگیزی سے جوڑا (نیوز 18-21 مئی 2020)۔ اسی طرح امریکی ایوان نمائندگان میں خارجہ امور کی کمیٹی کے سربراہ الیٹ ایل اینگل نے بیان جاری کرتے ہوئے کہا: "بھارت چین ایل اے سی پر مسلسل ہونے والی چینی جارحیت پر مجھے سخت تشویش ہے، ایک بار پھر ثابت ہو گیا کہ چین بین الاقوامی قوانین کے مطابق تنازعات کو حل کرنے کی بجائے اپنے ہمسائیوں کے خلاف غنڈہ گردی کرتا ہے۔۔۔ میں چین سے کہتا ہوں کہ وہ اقدار کا احترام کرے اور ہندوستان کے ساتھ سرحدی تنازعات کو حل کرنے کے لیے سفارت کاری اور مروجہ طریقہ کار اختیار کرے"۔ (امریکی فارین افیرز میگزین 1 جون 2020)۔ یہ تو اس کے علاوہ ہے کہ امریکہ، بھارت چین سرحدی تنازعات سے فائدہ اٹھارہا ہے اور ان کو خطے میں چین کے اثرورسوخ کی راہ میں روکاوٹ بننے کے لیے چین پر دباؤ ڈالنے کے لئے اپنے ہاتھ میں تُرپ کے پتے کے طور پر استعمال کر رہا ہے تاکہ ان جھڑپوں کے ذریعے چین کو مشغول کیا جائے اور اُس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر کے تجارتی جنگ (Trade war) میں اس کو بلیک میل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ جھڑپ کے بعد صدر ٹرمپ نے ثالثی کی پیشکش کی، جس کا مقصد دونوں کے درمیان صلح کے دوران اپنے مفادات کو محفوظ بنانا تھا۔ 27 مئی 2020 کو ٹرمپ نے ٹوئیٹ کیا کہ: "ہم نے چین اور بھارت کو پیغام دیا ہے کہ امریکہ دونوں کے درمیان حالیہ سرحدی تنازعے کے حل میں ثالثی کے لیے تیار اور اس کی قابلیت رکھتا ہے" (الحرہ 27 مئی 2020)۔ چین نے اس کو مسترد کر دیا (چینی وزارت خارجہ کے ترجمان زھاولیجیان نے کہا کہ دونوں ممالک اپنے اختلافات کو حل کرنے کے لیے کسی تیسرے فریق کی "مداخلت" کو مسترد کرتے ہیں۔ اناتولیہ ایجنسی، ترکی، 9 جون 2020)۔

چھٹا:

اس کے باجود امریکہ باز نہیں آیا بلکہ پوری طرح اس خطے میں سرگرم رہا جس خطے کو وہ دنیا کا سب سے اہم خطہ گردانتا ہے۔ اُس نے مسلسل چین پر دباؤ ڈالنے اور جنوبی چین کے سمندر (South China Sea) میں بلواسطہ اور بلاواسطہ اس کو تنگ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ مگر امریکہ خود ہر جگہ جنگ لڑنے اور دنیا بھر میں اپنے اثرورسوخ کو برقرار رکھنے کے قابل نہیں رہا۔ اب وہ اس کے لیے علاقائی اور مقامی قوتوں پر انحصار کرتا ہے اوران کو اپنے مفاد میں استعمال کرتا ہے۔ اور پھر کرونا بحران آگیا: اِس بحران نے تو امریکہ کو مکمل بے نقاب کر کے رکھ دیا کہ یہ وہ ریاست نہیں جو کامیابی سے بحرانوں سے نمٹ سکے بلکہ یہ ثابت کیا کہ یہ ناکام ریاست ہے اور ایک وائرس کے سامنے بے بس ہے! اس کے بعد سفید فام امریکی پولیس کی جانب سے سیاہ فام امریکی شہری کو قتل کرنے کے واقعے نے تو امریکہ کو دنیا کے سامنے برہنہ کر دیا کہ یہ ایسی ریاست ہے جہاں نسلی امتیاز کی ایک دلدل ہے۔۔۔ جبکہ اس وقت چین ایک بڑی علاقائی قوت بن چکا ہے۔ لہٰذا امریکہ اپنے مفادات کی حفاظت اور اپنے

اثر ورسوخ کی بقاء کے لیے اب پہلے سے زیادہ دوسروں پر انحصار کر تا ہے۔۔۔یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے ہندوستان میں اپنے ایجنٹوں کو اقتدار تک پہنچایا تاکہ ہندوستان اس کے حکم کے تابع ہو، اور تمام نتائج اس کے حق میں ہوں اوراسکے ایجنٹ اس کے احکامات کی اتباع کریں۔ امریکہ نے بھارتیہ جنتا پارٹی کو اقتدار تک پہنچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، پس امریکہ کی وفادار بی جے پی نے پہلی بار واجپائی کی قیادت میں 1998 سے 2004 تک حکومت کی اور پھر اُسی سال ہونے والے انتخابات میں مد مقابل کانگریس سے ہار گئی۔ پھر 2014 میں وہ دوبارہ انتخابات جیت گئی اور بدستور اقتدار میں ہے۔ اس دوران امریکہ نے بھارت کو چین کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا اور بھارت کو اس کردار میں کامیاب کرنے کی خاطر امریکہ نے پاکستان کو ہندوستان سے کسی قسم کی کشید گی سے روکا تاکہ بھارت یکسو ہو کر چین کے لیے مسائل پیدا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ 5 اگست 2019 کو ہندوستان کی جانب سے مقبوضہ کشمیر کو اپنا حصہ قرار دینے پر پاکستانی حکمرانوں نے حد درجے کی رسواکن پسپائی دکھائی۔ ہم نے 18 اگست 2019 کے سوال کے جواب میں ذکر کیا تھا کہ ("امریکہ سمجھتا تھا کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان کشمیر پر کشید گی کی وجہ سے ہندوستان کو چین کے سامنے لا کھڑا کرنے میں مشکل پیش آرہی ہے۔۔۔اس کشید گی کو کم کرنے کے لیے امریکہ نے ہندوستان پاکستان میں نارملائیزیشن کی ابتداء کی جس کا مقصد کشمیر کے لیے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کسی ممکنہ جنگ کو روکنا اور اس کی بجائے چین کا راستہ روکنے میں امریکہ کی مدد کرنے پر توجہ مبذول کرنا تھا۔ امریکہ یہ سمجھتا تھا کہ ہندوستان کی جانب سے کشمیر پر قبضے کے بعد وہ پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ ڈال کر عسکری کاروائی کے ذریعے کشمیر لینے کے موضوع کو دفن کر دے گا جیسا کہ وہ فلسطین میں محمود عباس حکومت اور دوسری عرب حکومتوں کے ذریعے عسکری کاروائی کے ذریعے فلسطین آزاد کرنے کے موضوع کو دفن کر چکا ہے اسی لیے یہود جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں زمین پر قبضہ کرکے اس کو ضم کر لیتے ہیں!۔۔") پاکستانی حکمرانوں نے بھی امریکی احکامات کی من وعن پابندی کی چنانچہ پاکستانی وزیر اعظم عمران خان نے کہا:"ہندوستان کی جانب سے پاکستان پر حملے کی صورت میں پاکستان مناسب جواب دے گا۔۔"(اناتولیہ ایجنسی 30 اگست 2019) یعنی وہ کشمیر کی آزادی کے لیے کچھ نہیں کرے گا۔ اس کے ایک ماہ بعد اُنہوں نے کہا:" آرمی چیف باجوہ نے اُن کو اطمینان دلایا ہے کہ آزاد کشمیر پر بھارت کے حملے کی صورت میں ہم بھارت کو جواب دینے کے لیے تیار ہیں۔۔۔"(جیو نیوز پاکستان 26 دسمبر 2019)۔ یعنی آزاد کشمیر پر حملے کی صورت میں تو ہم کچھ کریں گے لیکن مقبوضہ کشمیر کے لیے کچھ نہیں کریں گے!

ساتواں:

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے جو چین کے ساتھ مضبوط تعلقات رکھتا ہے، اکسائی چن کے اس علاقے پر اپنے حق کا دعویٰ ہی نہیں کرتا جس پر چین نے ہندوستان سے چھین کر قبضہ کر رکھا ہے جو کہ کشمیر کا حصہ ہے، نہ ہی وہ ہندوستان کے زیر قبضہ کشمیر کے لداخ کے علاقے پر اپنے حق کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ چین اس کے ایک حصے پر دعویٰ کرتا ہے! اگرچہ پاکستان، چین اور بھارت کے درمیان تنازعے پر اپنی خوشی کا اظہار کرتا تھا، اس خیال سے کہ چین اُس کے بدترین دشمن ہندوستان کی ناک کاٹ دے گا، مگر اس بار وہ خاموش رہا۔ سی این این نیوز 18 نے 26 مئی 2020 کو اس خاموشی پر حیرانگی کا اظہار کیا، جس میں پاکستانی ذرائع ابلاغ بھی شامل ہیں، جنہوں نے اس تنازعے پر معمول کے مطابق اپنے موقف کا بھرپور اظہار نہیں کیا۔ یہ خاموشی امریکی دباؤ سے ہی ممکن تھی کیونکہ امریکہ چاہتا ہے کہ ہندوستان پاکستان سے کوئی خطرہ محسوس نہ کرے بلکہ اس کے حوالے سے مکمل بے فکر ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ پاکستانی فوج اس انتظار میں ہے کہ کب بھارت کی چین کے ساتھ جنگ چھڑ جائے اور یہ بھی اس پر حملہ آور ہوں۔ یہ سب اس لیے کیا گیا تاکہ بھارت پاکستان سے بے فکر ہو کر اپنی فوج پاکستان کے بارڈر سے ہٹا کر چین کے بارڈر پر منتقل کرلے اور وہ چین پر دباؤ بڑھانے کی مضبوط پوزیشن میں ہو، نتیجتاً چین اپنی فوج کی توجہ چینی سمندر پر مرکوز کرنے کی بجائے اس کو تقسیم کرنے پر مجبور ہو جو اس کو کمزور کرے جس سے بغیر جنگ کے بھی وہ کمزور ہو گا کیونکہ اس صورت میں اُسے ایک طرف تو جنوب مغرب میں ہندوستان کے خلاف اپنے عسکری وسائل تیار کرنے پڑیں گے اور دوسری طرف سمندر میں اپنے دو بڑے دشمنوں کے خلاف تیاری کرنا پڑے گی، جہاں امریکی بحریہ اور جاپانی فوج اپنی قوت میں اضافہ کر رہے ہیں۔

آٹھواں:

اس سب سے کشمیری مسلمان یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان کی سرزمین دو کافر ریاستوں کے درمیان متنازعہ بن کر رہ گئی ہے جو دونوں اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے وسائل کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ جبکہ پاکستانی حکمران اور دوسرے مسلمان حکمران ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، بلکہ پاکستان ہندوستان کو نقصان سے بچانے کے لیے اپنے ملک میں کشمیر کے مسلح گروہوں کا پیچھا کر رہا ہے۔ پاکستان کا یہ اقدام اور چین بھارت

تنازعہ کشمیر کے مسلمانوں کو بہت کمزور کر رہا ہے۔ کشمیری، جو پاک فوج کی مدد اور حمایت سے مضبوطی سے قابض ہندوستان کا سامنا کر رہے تھے آج وہ دو بڑی کافر ریاستوں کا سامنا کر رہے ہیں جبکہ پاکستان امریکہ کے حکم پر بھارت کے حق میں مزید علاقوں سے دستبردار ہو رہا ہے!!

کس قدر المناک بات ہے کہ اسلامی سرزمین پر تنازعہ ہندوستان اور چین کے درمیان ہو رہا ہے، خاص کر کشمیر اور ملحقہ علاقوں پر؛ ہندوستان مغربی بارڈر پر ان علاقوں کو واپس مانگ رہا ہے جن پر چین نے 1962 میں قبضہ کیا، یہ اسلامی سرزمین کشمیر کا اکسائی چن کا علاقہ ہے اور چین اکسائی چن کے پہلو میں لداخ کا علاقہ مانگ رہا ہے اور ان علاقوں پر یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ سنکیانگ یعنی اسلامی مشرقی ترکستان کا حصہ ہیں۔ یعنی دونوں ممالک مسلمانوں کی سرزمین پر رسہ کشی کر رہے ہیں جبکہ پاکستان امریکہ کی اطاعت کرنے کی وجہ سے پسپا ہو گیا ہے اور دوسرے مسلمان خاموش ہیں! مسلمان پر زندگی تنگ ہو چکی ہے اور ان کے کئے کے بدلے ان کی حالت پتلی ہے، اللہ نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى * قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيراً * قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى﴾"

"جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا تو اس کی زندگی تنگ ہو گی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے کیوں اندھا کیا میں تو بینا تھا اسی طرح تمہارے پاس ہماری آیتیں آئیں تم نے ان کو بھلا دیا ہم بھی آج تمہیں بھلا دیں گے"۔۔۔

اے مسلمانو:

تمہاری نجات اسی میں ہے کہ اللہ کی حکمرانی کو قائم کر کے اللہ کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو۔ خلافتِ راشدہ ہی ہدایت کا راستہ اور جہاد کا طریقہ ہے۔ یہی عزت، طاقت اور شر سے بچاؤ کا راستہ ہے۔ ابو ہریرہ کی اس متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا« :الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ»"یقیناً صرف خلیفہ ہی ڈھال ہے جس کی قیادت میں قتال ہوتا ہے اور جس کے ذریعے حفاظت ہوتی ہے" اے اہلِ بصیرت، اس پر غور کرو۔۔۔

30 شوال 1441

21 جون 2020